ماہِ ذی الحجہ، یومِ عرفہ، بقرعید اور قربانی کے
فضائل و مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع رسالہ

بقر عید کے

فضائل و مسائل

مُصنّف

حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی بھاگل پوری مدظلہ

(خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند)

تحقیق و تخریج

محمد طفیل احمد مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشرۂ ذی الحجہ، یومِ عرفہ، بقرعید اور قربانی کے
فضائل و مسائل پر مشتمل مختصر مگر جامع رسالہ

بقرعید کے فضائل و مسائل

مصنّف

حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد نعیمی بھاگل پوری علیہ الرحمہ
خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ

تحقیق و تخریج

محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ
سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

ناشر:

مکتبہ حافظ ملت انصاری مارکیٹ، پرانی بستی، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی
Mob: 9044401887

نام کتاب:	بقرعید کے فضائل ومسائل
مصنّف:	حضرت مولانا حافظ وقاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ
تحقیق وتخریج:	محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ:	محمد طفیل احمد مصباحی
اشاعت اوّل:	ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ
دوسرا ایڈیشن:	اگست ۲۰۱۵ء/ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ
کمپوزنگ:	مولانا رحمت اللہ مصباحی مظفرپوری
قیمت:	۴۰/روپے
ناشر:	مکتبہ حافظ ملت

انصاری مارکیٹ، پرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

ملنے کے پتے:

(۱)- مکتبہ حافظ ملت، انصاری مارکیٹ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۲)- محمد طفیل احمد مصباحی، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۳)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۴)- حق اکیڈمی، نزدیک نگر پالیکا، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۵)- نوری کتاب گھر، جامعہ اشرفیہ کے سامنے، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
(۶)- مکتبہ باغ فردوس، زیور محل کے سامنے، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

نوٹ: کتاب حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کریں:

(1) 9044401887 (2) 9936083514 (3) 8416960925

فہرست مضامین

مصنّف: ایک نظر میں

از: برادرِ مصنف حضرت مولانا حافظ محمد تحسین عالم تحسینؔ رضوی دام ظلہ

نام:	محمد سہیل احمد رضوی۔
ولدیت:	محمد کمال الدین اشرفی/ بی بی قصیدہ خاتون (والدہ)
آبائی وطن:	سبحان پور کٹوریہ، عمرپور، بانکا، بہار
ابتدائی تعلیم:	مدرسہ خیر المدارس، عمرپور، بانکا، بہار
دورۂ حفظ:	مدرسہ فیض الغربا ضلع آرہ، بہار
اعلیٰ تعلیم:	جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، یوپی
فراغت:	۶/ اپریل ۱۹۶۲ء جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، یوپی
اساتذۂ کرام:	حافظ محمد زبیر مرحوم/ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد منور حسین نقشبندی حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری/ حضرت مفتی محمد طریق اللہ نعیمی بھاگل پوری وغیرہم
بیعت وخلافت:	شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
تدریسی خدمات:	جامعہ امجدیہ، گانجہ کھیت، ناگ پور، مہاراشٹر
علمی تصنیفی خدمات:	(۱) منیر الایمان فی فضائل (حصہ اول ودوم)۔ (۲) تعزیہ بازی (۳) اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے۔ (۴) فضائل سورہ اخلاص (۵) فضائل عاشورہ (۶) کھچڑا پکانا کیسا ہے؟ (۷) بقرعید کے فضائل ومسائل (۸) یزید اور یزیدیوں کا انجام (۹) روزہ چور (۱۰) کھرّا کھرسی کا مباحثہ (۱۱) دیوبندیوں کی کج فہمی (۱۲) پالن حقّانی کی کہانی خود ان کی زبانی (۱۳) اہل القرآن (۱۴) محمّدی قاعدہ (۱۵) مناقب اعلیٰ حضرت۔
وفات:	۲۰/ جنوری ۱۹۸۰ء مطابق یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ بروز شنبہ، چاشت کے وقت

دعائیہ کلمات

محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

زیر نظر کتاب ”بقرعید کے فضائل و مسائل“ میں عشرہ ذی الحجہ، یوم عرفہ اور بقرعید یعنی قربانی کے فضائل و مسائل بڑے اچھوتے اور سادہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کے مصنف حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ ہیں۔ مولانا سہیل نعیمی صاحب جامعہ نعیمیہ، مراد آباد، یوپی کے فارغ التحصیل اور باصلاحیت عالم گزرے ہیں۔ آپ ایک درجن سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ حضور مفتیِ اعظم ہند کے مرید و خلیفہ ہیں۔

آپ کے برادر زادہ عزیزم مولوی محمد طفیل احمد مصباحی زید مجدہ ان کی جملہ کتابوں کو تحقیق و تخریج کے ساتھ منظر عام پر لانے میں مصروف اور کوشاں ہیں۔ اس سے قبل نعیمی صاحب کی دو کتاب ”منیر الایمان فی فضائل شعبان“ یعنی ”شب براءت کے فضائل و معمولات“ حصہ اول و دوم اور ”تعزیہ بازی“ کی تحقیق و تخریج کر کے انہیں زیور طباعت و اشاعت سے مزیّن کر چکے ہیں۔ یہ تیسری کتاب ہے جو عزیزم طفیل احمد سلمہ کی تحقیقی کاوش کے ساتھ منظر عام آ رہی ہے۔ اللھمّ زِد فزد۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ان تمام کتابوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ چچا اور بھتیجا دونوں کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال کریں۔ مصنّف کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب فرمائے اور طفیل احمد سلمہٗ کے علم و عمل اور اقبال میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

عبد الشکور عفی عنہ
یکم ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

باسمہٖ تعالیٰ و تقدس. نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

عرضِ حال

از قلم: محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ
سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

عمّ مکرم حضرت علامہ و مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ (خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند) سرزمین بہار کے ضلع بھاگل پور (موجودہ بانکا) سے تعلق رکھنے والے ایک جیّد عالمِ دین، باصلاحیت مدرّس، مضبوط قوت حافظ کے مالک حافظ قرآن، فنِ قراءت کے اصول وضوابط سے گہری واقفیت رکھنے والے خوش الحان قاری، بے لوث خادمِ قوم وملت اور ایک کامیاب مصنّف تھے۔ عوام اہل سنت کے عقائد و اعمال کی درستی اور اصلاحِ معاشرہ سے متعلق ۱۵ر کتب ورسائل آپ نے تصنیف فرمائی ہے۔ آپ کی جملہ کتابوں سے عالمانہ رنگ صاف جھلکتا ہے۔ آپ کا اسلوب تحریر نہایت واضح، سادہ اور شستہ ہے۔ استقامت علیٰ الشریعۃ اور تصلّب فی الدین آپ کی زندگی کا طرّہ امتیاز تھا۔ ہمت و جراءت اور حق گوئی و بے باکی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اطاعت شریعت اور اتباع سنت کے سانچے میں سر سے پاؤں تک ڈھلے ہوئے تھے اور اپنے معاشرہ کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اپنے قول وعمل اور تحریر وتقریر سے پوری زندگی حق کی آواز بلند کرتے رہے اور اس سلسلے میں کبھی اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہیں کی۔ آپ اخلاص و عمل کے پیکر، احسان وتصوف کے حال آشنا اور اولیاء ومشائخ کی بارگاہوں کے ادب شناس تھے۔ صبر وقناعت کے مرقع جمیل ہونے کے ساتھ اسلاف کی روایات کے پرجوش امین ومبلغ تھے۔

آپ کی زندگی ایک ”مجاہدانہ زندگی“ تھی۔ درس و تدریس اور امامت و خطابت کے علاوہ اپنی زندگی میں آپ نے جولسانی اور قلمی جہاد فرمایا ہے، وہ حددرجہ قابلِ تقلید اور لائق تعریف ہے۔

زیر نظر کتاب "بقرعید کے فضائل و مسائل" مولانا قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کی تیسری کتاب ہے جو راقم الحروف کی تحقیق و تخریج کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہے۔ اس سے قبل آپ کی دو کتاب "منیر الایمان فی فضائل شعبان" (حصہ اول دوم) اور "تعزیہ بازی" راقم کی تحقیق و تخریج کے ساتھ زیور سے آراستہ ہو کر قارئین کی خدمت میں پہنچ چکی ہے۔ اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا بیڑا مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور اور اس کے مالک حافظ محمد عامر سلمہ نے اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور مکتبہ حافظ ملت کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم۔

محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ
خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
۱۸/ اگست ۲۰۱۵ء اعظم گڑھ، یوپی
Mob: 08416960925

شعبان المعظم اور شبِ براءت کے فضائل و معمولات
اور احکام و مسائل کا مدلل اور مبسوط بیان

شبِ براءت کے فضائل و معمولات

(حصہ اول و دوم)

مصنف:
حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ
(خلیفۂ مفتی اعظم ہند)
تحقیق و تخریج: محمد طفیل احمد مصباحی

صفحات: ۱۸۴، قیمت: ۵۰/ روپے (پچاس فیصد رعایت کے بعد)
ملنے کا پتہ: مکتبہ حافظ ملت، انصاری مارکیٹ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ذی الحجہ کی عظمت وحرمت

اسلامی سال کے بارہ مہینے ہیں۔ اسلامی مہینوں کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے اور اختتام ذی الحجہ پر ہوتا ہے۔ محرم الحرام اور ذی الحجہ دونوں مہینے نہایت مبارک اور بابرکت ہیں۔

حِجَّۃٌ کا معنٰی ایک بار حج کرنا ہے۔ اور وہ سال کے معنٰی میں بھی آتا ہے اور ''ذو'' کے معنٰی ہیں صاحب اور والا تو اب ''ذوالحِجَّۃ'' کے معنٰی ہوئے: صاحبِ حج یا حج والا۔ یا صاحب سال۔ یا سال والا۔ حِجَّۃٌ کے معنٰی سال کے بھی ہیں لیکن اب جس مہینہ میں حج ہوتا ہے اس کو ذوالحِجَّہ یاذِي الحجہ کہتے ہیں۔ اس مبارک مہینہ کی فضیلت کے لیے قرآن پاک کی آیت کریمہ: مِنهَآ اَربَعَةٌ حُرُمٌ. کافی ہے۔ قرآن پاک میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس میں چار مہینے حرمت والے ہیں یعنی اسلامی سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ان میں سے چار مہینے بہت ہی عزّت وحرمت والے ہیں۔ یعنی رجب المرجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام۔ ان میں سے ذوالحجہ افضل مہینہ ہے، اس لیے کہ یہ حج کا مہینہ ہے۔ اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی نہایت ہی تعظیم وتوقیر اور بہت ہی ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ نیز ان مہینوں میں جنگ وجدال اور قتل وقتال کو بھی حرام جانتے تھے۔ نیز ان مہینوں کے شروع ہوتے ہی اپنے اپنے ہتھیار اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے اور کل راستے محفوظ ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ کُل سفر کرنے والے بہت ہی امن وامان میں رہا کرتے تھے اور نہایت ہی سکون واطمینان کے ساتھ بے خوف وخطر ہو کر سفر کیا کرتے تھے اور کوئی شخص کسی شخص سے ڈرا نہیں کرتا تھا۔ اسلام نے بھی ان مہینوں کے احترام کو باقی رکھا ہے۔ نیز ان کی حرمتیں زیادہ کی گئی ہیں۔ ان مہینوں میں نیکیاں دوگنی ہو جایا کرتی ہیں۔ اوّلاً اسلام میں بھی ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت اور ہر مہینہ میں جہاد ہو سکتا ہے لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔

ماہ حرام کا روزہ

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی ماہِ حرام میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھتا ہے تو اس کے واسطے سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔[1]

(۱) کیمیائے سعادت، ص:۳۲۵، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔

بقرِ عید کا پہلا عشرہ

حدیث پاک میں بقر عید کے پہلے عشرہ کی بہت فضیلتیں آئی ہیں، جن میں سے چند احادیث کریمہ ہم نقل کر رہے ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت بقر عید کے (پہلے) عشرہ کی عبادت سے زیادہ پیاری ہو (کیوں کہ) اس زمانہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ (۱)

تشریح: بقر عید کے پہلے عشرہ کے ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کا ثواب ہے اور اس عشرہ کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ یعنی جو شخص بقر عید کے پہلے عشرہ میں روزہ رکھے گا تو ہر روزہ کے بدلہ میں ایک سال کے روزوں کا جو ثواب ہے، وہ روزہ دار کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اس عشرہ کی ہر رات میں جو ذکر اللہ کرے گا یعنی نفل نماز پڑھے گا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرے گا۔ کلمۂ طیبہ کا ورد کرے گا۔ درود شریف پڑھے گا تو ہر ہر رات کے قیام یعنی عبادت کے بدلے میں شب قدر کا ثواب ملے گا۔ یعنی اس کے نامۂ اعمال میں ہزار مہینہ کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا اور ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔

اور بقر عید کے پہلے عشرہ کی عبادت پر اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو اتنے ثواب کا بخش دینا اللہ تعالیٰ کے کرم سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ ان دنوں میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی قربانی دی تھی اور حاجی لوگ حج بھی اسی زمانہ میں کرتے ہیں۔ بلا شبہ اچھوں کی نسبت سے زمان اور زمین بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ بقر عید کے پہلے عشرہ میں دسویں تاریخ کو (یعنی خاص عید الاضحیٰ اور بقر عید کے دن) روزہ نہ رکھے کیوں کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے اور وہ پانچ دن یہ ہیں۔ پہلی شوال یعنی عید الفطر کے دن۔ اور بقر عید کی دسویں تاریخ سے لے کر

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: ۵،۶۸۰۲، ۱۲۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت

تیرہویں تاریخ تک۔ روزہ وغیرہ اعمال صالحہ کے لیے بعد رمضان المبارک کے سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث پاک ملاحظہ کیجیے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے کوئی دن ایسا جس میں نیکیاں اللہ تعالیٰ کو اس دن (یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ) سے زیادہ پیاری ہوں۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں بھی (اتنا ثواب) نہیں ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں بھی (اتنا ثواب) نہیں ہے۔ سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال لے کر نکلا اور کچھ بھی واپس نہ لایا ہو۔ (۱)

تشریح: یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ میں اللہ تعالیٰ کو بندوں کے نیک عمل بہت ہی پیارے ہیں۔ لہٰذا پہلے عشرہ کی عبادت پر بہت زیادہ ثواب دے گا۔ کیوں کہ یہ حج کا زمانہ ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن بھی ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے۔ جیسے ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت ملتی ہیں کہ وہ زمانہ اعتکاف کا ہے اور اس میں شب قدر بھی ہے۔ بہر حال بقرعید کے پہلے عشرہ کے اعمال دوسرے زمانے کے جہاد سے افضل ہیں۔ ہاں وہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کر دے تو ایسا جہاد بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بقرعید کے پہلے عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہو گا۔

فائدہ: دن تو بقرعید کے پہلے عشرہ کے افضل ہیں، اسی لیے مذکورہ بالا حدیث پاک میں مَامِن اَیَّامٍ کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ کیا گیا ہے: نہیں ہے کوئی دن۔ اور راتیں تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی افضل ہیں۔ چناں چہ قرآن پاک میں: وَلَیَالٍ آیا ہے۔ یہ لیلٌ کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں راتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے۔ اسی لیے شبِ معراج، شبِ برأت، شب میلاد (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات) میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

---

(۱) سنن ابنِ ماجه، حديث: ١٧٢٨، ص: ٤٠٤، دارالفكر بيروت.

فضائل یومِ عرَفہ

بقرعید کی نویں تاریخ کو "عرفہ" کہتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں یوم عرفہ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند احادیث کریمہ نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عرفہ سے بڑھ کر ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کو آگ سے آزاد کردے۔ اللہ تعالیٰ اس دن بہت ہی قریب ہوتا ہے پھر ان سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟[1]

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کا یہ مطلب ہے کہ سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ بقرعید کی نویں تاریخ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور گنہگار بندوں کو بھی بخشتا ہے۔ اسی لیے غیر حاجیوں کے لیے اس دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت اور ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم نے تو کہا تھا کہ انسان خون ریزی و فساد کرے گا۔ تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان گھر بار، وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر پریشان حال کفن پہنے: لبیك لبیك کی صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا۔ اے فرشتو! بتاؤ تو ان حاجیوں نے سوائے میری رضا کے اور کیا چاہا ہے۔ صرف مجھی کو راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان عرفات کے میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور یہ شرف و بزرگی نہ ملائکہ کو حاصل ہے اور نہ جنّات کو۔ یہ تو صرف انہیں لوگوں کا حصہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا کَانَ یَوْمُ عَرَفَۃَ اِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا.[2]

---

(۱) مسلم شریف، حدیث: ۱۳۴۸، ص: ۷۰۳، دارالکتب العلمیه، بیروت

(۲) مسند ابی یعلیٰ، حدیث: ۲۰۲۸، ج: ۲، ص: ۲۹۹، دارالکتب العلمیه، بیروت

یعنی جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول کرم فرماتا ہے۔

تشریح: حدیث پاک میں: السَّمَاءِ الدُّنْیَا کا لفظ مذکور ہے یعنی آسمانِ دنیا۔ اور آسمان دنیا سے مراد پہلا آسمان ہے جو زمین سے قریب تر ہے جسے ہم لوگ روزانہ دیکھتے ہیں۔ چونکہ اس آسمان کے فرشتے زمین والوں سے بہت واقف ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سب سے پہلے اس آسمان پر اترتی ہیں۔ پھر زمین پر تاکہ ان فرشتوں کی نگاہ میں خصوصیت سے مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔ اور مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

فیباھي بھم الملئکۃ. اللہ تعالیٰ حاجیوں کے ذریعہ فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔

تشریح: حاجیوں سے مراد عرفہ میں ٹھہرے ہوئے حاجی ہیں اور فرشتوں سے مراد سارے فرشتے ہیں۔ خصوصًا پہلے آسمان کے فرشتے۔ چوں کہ فرشتے انسانوں کے گناہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اس لیے انہیں خصوصیت سے مسلمانوں کی نیکیاں دکھائی جاتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی ہے کہ گناہوں پر فرشتوں کو اس طرح اہتمام سے متوجہ نہیں کیا جاتا۔ مگر نیکیوں پر جو اسی کی توفیق سے ہیں فرشتوں کو متوجہ کیا جاتا ہے اور ثواب بھی انہیں گواہ بنا کر دیا جاتا ہے۔

فیقول: انظروا إلیٰ عبادي اتوني شعثا غبرا ضاجین من کل فج عمیق اشھد کم اني قد غفرت لھم.[1]

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس بکھرے بال، گرد آلود، دور دراز کے راستوں سے شور مچاتے آئے ہیں۔ میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔

تشریح: حاجی لوگ احرام کی حالت میں پراگندہ بال بھی ہوتے ہیں کیوں کہ اس حالت میں کنگھا کرنا منع ہے اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے بھی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ریگستانی علاقہ ہے اور حاجی لوگ زیادہ غسل بھی نہیں کرسکتے ہیں اور دور دراز کے ملکوں سے شور مچا کر پہنچتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی برکت والی جگہ جانا اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ دیکھیے! عرفات کے میدان میں پہنچنے والوں کو فرمایا گیا کہ یہ میرے پاس آئے ہیں۔ کیوں کہ عرفات وہ مقام ہے جہاں

(۱) (الف)الترغیب والترھیب، ج:۲، ص:۱۲۸، حدیث:۱ (ب)مسند ابي یعلیٰ، حدیث: ۲۰۲۸، ج:۲، ص:۲۹۹، دارالکتب العلمیہ بیروت.

سے انبیاے کرام گزرے ہیں۔ یا اس مقام پر رہ چکے ہیں۔ لہٰذا انبیاے کرام کے مزارات پر حاضری دنیا اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو اچھے کام پر گواہ بنالینا چاہیے۔

فیقول الملئکۃ یا رب فلان کان یرھق وفلان وفلانۃ.

فرشتے عرض کرتے ہیں: یارب! فلاں مرد اور فلاں عورت توبد کاری کرتے رہے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ فرشتوں کا عرض کرنا کہ "یارب فلاں مرد اور فلاں عورت توبد کاری کرتے رہے ہیں" یہ اظہار تعجب کے لیے ہے کہ اے اللہ! ہم نے فلاں حاجی اور فلانہ حجّن کو فسق اور بڑے بڑے گناہ گزشتہ زمانے میں کرتے دیکھا ہے۔ اے اللہ! کیا یہ لوگ بھی بخش دیے گئے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آسمان کے رہنے والے فرشتے ہمارے ہر عمل سے خبر دار ہیں۔ چناں چہ ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: یعلمون ماتفعلون. یعنی یہ فرشتے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو یعنی نیکی یا بدی۔ ان سے تمھارا کوئی عمل چھپا نہیں۔ تو اگر اللہ کے حبیب حضور اقدس ﷺ گنبد خضرا میں رہتے ہوئے ہمارے ہر عمل سے خبر دار ہوں اور ہماری بد کاریوں کی ستاری (پردہ پوشی) اور ہماری گنہگاریوں کی شفاعت اور نیک کاریوں کے لیے دعاے قبولیت فرماتے ہوں تو کیا تعجب ہے۔

قال: یعنی حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقول اللہ عزوجل قد غفرت لھم. (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! اگرچہ یہ لوگ برے ہیں۔ بدکار و گنہگار ہیں۔ فاسق وفاجر ہیں۔ لیکن اچھی جگہ، اچھوں کی جگہ اور اچھوں کے پاس آگئے ہیں۔ اس لیے میں نے ان لوگوں کو بخش دیا کہ اچھوں کا ساتھی بھی محروم نہیں رہا کرتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ مامن یوم اکثر عتیقا من النار من یوم عرفۃ. (۲)

---

(۱) الترغیب والترھیب، ج:۲، ص:۱۲۸، حدیث:۱.

(۲) صحیح مسلم شریف، حدیث: ۱۳۴۸، ص:۷۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ (کے دن) سے زیادہ کوئی دن لوگوں کے آگ سے چھٹکارا پانے کا دن نہیں ہے۔

تشریح: حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ اے میرے حاجی بندو! اگرچہ تمھارے گناہ ریگستانوں کے ذروں اور پانی کے قطروں اور درخت کے پتوں کے برابر بھی ہوں۔ جب بھی میں نے تمھیں بخش دیا۔ جاؤ میں نے تمھیں بھی بخش دیا اور جن لوگوں کی تم شفاعت کروگے اس کو بھی بخشا۔[1]

اس حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرفہ یعنی نویں بقرعید کو عام مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے۔ حاجی ہوں یا غیر حاجی۔

حدیث: حضرت طلحہ بن عبید بن کریز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن شیطان بہت چھوٹا، بہت پھٹکارا ہوا اور بہت ذلیل و غمگین نہ دیکھا گیا۔ اور یہ صرف اس لیے کہ وہ (شیطان) اس (یعنی عرفہ) کے دن رحمت باری کا نزول اور اللہ تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا مشاہدہ کرتا ہے۔[2]

اس کے سوا جو بدر کے دن دیکھا گیا۔ عرض کیا گیا حضور! بدر کے دن کیا دیکھا گیا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس (یعنی شیطان) نے جبرئیل کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی صف آرائی کر رہے ہیں۔

تشریح: یعنی شیطان لعنۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ہمیشہ ہی ذلیل و خوار اور غمگین رہا کرتا ہے مگر نویں بقرعید کو حاجیوں کو عرفات کے میدان میں دیکھ کر بہت غمگین ہوتا ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نیک کام پر غم کرنا اور نیکیوں سے جلنا یہ شیطانی کام ہے اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کی نگاہ سے غیبی پردے اٹھے ہوئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتے ہوئے بھی دیکھ لیتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے بھی خبردار رہتا ہے۔ ورنہ عرفہ کے دن اس کے زیادہ غمگین ہونے کے کیا معنیٰ؟ اور اس حدیث پاک

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:٤، ص:١٢٠، دارالمعرفۃ، بیروت.

(۲) مؤطا امام مالک، حدیث:٩٨٢، ج:١، ص:٣٨٦، دارالمعرفۃ، بیروت

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اس شیطان ناری کا یہ حال ہے تو نوری مخلوق کی کیا شان ہوگی۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان جنگ بدر کے دن عرفہ کے دن سے بھی زیادہ حیران و پریشان، غمگین اور ذلیل و خوار تھا اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی نگاہوں سے شیطان اور اس کی ذُرّیت (آل و اولاد) چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ تو اس کی دلی کیفیتوں تک سے مطلع ہیں کہ اس کے دل پر اس وقت کیا گذر رہی ہے اور حضور اقدس ﷺ نے شیطان کو اور اس کی بے چینی و بے قراری کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی امداد کے لیے آسمان سے پانچ ہزار فرشتے آئے تھے۔ اور وہ پانچ ہزار فرشتے کافروں کو ہلاک کرنے کے لیے نہیں آئے تھے، بلکہ وہ فرشتے مسلمانوں کی معیت اور حضور اقدس ﷺ کی ماتحتی کی عظمت ہی حاصل کرنے کے لیے آئے تھے۔ ورنہ اتنے فرشتوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ صرف ایک فرشتہ میں وہ طاقت و قدرت ہے کہ وہ پورے ملک کو ہلاک و برباد کر سکتا ہے۔ چناں چہ قوم لوط کی بستیوں کو ایک فرشتہ نے ہی الٹ کر رکھ دیا تھا۔

یوم عرفہ کی بہترین دعا

عرفہ کے دن مندرجہ ذیل دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے:

لا إله الا الله وحده لاشريك له. له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير .

حدیث: روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن کی سب سے بہترین دعا اور جو ہم نے اور ہم سے پہلے نبیوں نے کی، وہ یہ ہے:

لا إله الا الله وحده لاشريك له. له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير .

تشریح: عرفہ یعنی بقرعید کی نویں تاریخ کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور اس دن مانگنے سے زیادہ ملتا ہے۔ ثواب دعا اس کے علاوہ ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نویں بقرعید (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کی دعا مقبول ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ خواہ کہیں بھی مانگی جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اگر حج میسّر ہو اور دعا عرفات کے میدان میں مانگی جائے تو زہے نصیب! ورنہ اپنے گھر یا مسجد وغیرہ جہاں

ہو سکے دعاء مانگے اور یہ مقدس ومبارک دن یوں ہی غفلت ومعصیت میں نہ گذارے۔ اسی لیے عقل مند لوگ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے ہیں اور عبادات و ریاضات کرتے ہیں اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اس متبرک دن کو لہو ولعب میں نہیں گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو حضور اقدس ﷺ کے صدقے وطفیل میں عرفہ کے دن نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے اور گناہ ومعصیت اور لہو ولعب سے ہزاروں کوس دور رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

یومِ عرفہ کا روزہ

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفّارہ ہو جائے۔ [1]

تشریح: اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بقرعید کی نویں تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے گناہ صغیرہ کو مٹا دیتا ہے اور اگر روزہ دار کے نامۂ اعمال میں گناہ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کر دیتا ہے۔ گناہ کبیرہ تو معاف نہیں ہوگا۔ کیوں کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کیے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس حدیث پاک کی تشریح میں بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے روزہ سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے۔ کیوں کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور یہ حدیث (یعنی بقرعید کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کی) غیر حاجیوں کے لیے ہے۔ کیوں کہ حاجی کے لیے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ چناں چہ ایک حدیث پاک اس کے بارے میں آئی ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مقام عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ [2]

(۱) صحیح مسلم شریف، حدیث:۱۱٦۲، ص:۵۸۹، دارالمغنی، سعودی عرب.
(۲) سنن ابی داؤد، حدیث: ۲٤٤۰، ج:۲، ص:٤۷۹، دارالفکر، بیروت

تشریح: یعنی حاجیوں کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں اس لیے روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی لوگ اس دن دعا مانگنے اور نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہوجائیں اور نویں بقرعید کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہوجائیں۔ اور آج کے دن حاجیوں کے لیے روزہ رکھنے کی جو ممانعت ہے وہ ممانعتِ تنزیہی ہے۔ ممانعتِ تحریمی نہیں ہے۔

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے۔ حضرت عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر سردی میں ایسا موقع آتا ہے تو روزہ رکھ لیتا ہوں، گرمیوں میں نہیں۔

حدیث: اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیہقی اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار روزوں کے برابر بتاتے۔ [۱]

قربانی کیا ہے؟

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ [۲]

قربانی دین کی شان اور اسلام کا ایک بڑا نشان ہے۔ قربانی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام اور رسولانِ عظام کی سنت ہے۔ جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی ہے۔ قربانی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بندوں کی بہترین عبادت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیا گیا۔

چناں چہ ارشاد ربانی ہے: فصل لربك وانحر. [۳]

یعنی اے محبوب! آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے۔ اور قربانی کیجیے۔

چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور ہمیشہ قربانی کرتے

---

(۱) المعجم الاوسط للطبراني، حديث:٦٨٠٢، ج:٥، ص:١٢٧، داراحياء التراث العربي، بيروت.

(۲) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۱، زکریا بک ڈپو، دیوبند

(۳) قرآن کریم، سورة الکوثر، پ:۳۰

رہے اور قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اے مسلماں! سن یہ نکتہ، درسِ قرآنی میں ہے
عظمت اسلام و مسلم صرف قربانی میں ہے
زندگیِ جاوداں مومن کی قربانی میں ہے
لذتِ آب بقا، تلوار کے پانی میں ہے

قربانی کس پر واجب ہے

ہر آزاد، مقیم، صاحبِ نصاب مسلمان مرد و عورت پر ہر سال اپنی طرف سے قربانی واجب ہے۔ اگر نہیں کرے گا تو سخت گنہگار، قہر قہار میں گرفتار اور عذاب جہنم کا سزاوار ہوگا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ (۱)

مقیم پر قربانی واجب ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (۲)

صاحبِ نِصَاب کون ہے؟

صاحبِ نصاب ہر وہ شخص ہے جو رہائشی مکان و اسباب خانہ داری اور پیشہ کے آلات کے علاوہ ساڑھے باون (۵۲) تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا، خواہ سونے چاندی کی اینٹ یا زیور اور برتن کی شکل میں ہو یا ان کی قیمت کے برابر نوٹ یا پیسے تجارتی سامان کا مالک ہو اور وہ اتنے روپوں کا قرض دار نہ ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہ رہے۔ (۳)

فائدہ: زکوٰۃ دینے کے لیے تو نصاب پر ایک سال گذر جانا ضروری ہے مگر قربانی واجب ہونے کے لیے سال بھر گزرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص پہلے سے بالکل مفلس و فقیر تھا اور اچانک قربانی کے دن ہی اس کو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نوٹ مل گئے تو

---

(۱) بھار شریعت، حصہ:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۲
(۲) تنویر الابصار مع ردالمحتار، ج:۹، ص:۴۵۷، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۳) بھار شریعت، حصہ پانزدھم، ج:۳، ص:۳۳۳، مکتبہ المدینہ، دھلی

اس پر بھی قربانی واجب ہوجائے گی۔[1]

فضائلِ قربانی

حدیث: اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان قربانی کے دنوں میں کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو قربانی سے زیادہ اللہ کو پیاری ہو۔ یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور اپنی کُھروں کے ساتھ آئے گا اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالٰی کے یہاں قبول ہوجاتا ہے۔ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔[2]

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قربانی میں مقصود خون بہانا ہے۔ گوشت کھایا جائے یا نہ کھایا جائے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی کے جانور کو زندہ ہی خیرات کردے یا قربانی کے جانور کی قیمت خیرات کرے یا قربانی کے جانور کے برابر سونا، یا چاندی تول کر خیرات کردے بلکہ سونا چاندی کے پہاڑ اور جواہرات کا خزانہ بھی اللہ تعالٰی کی راہ میں لٹادے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور قربانی کے ان تین دنوں (یعنی دسویں، گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ) میں اس کو وہ ثوابِ عظیم نہیں مل سکتا ہے جو قربانی کے جانور کو اللہ تعالٰی کی راہ میں مذکور بالا دنوں میں ذبح کرنے سے ملتا ہے۔ قربانی پر اجر و ثواب اسی وقت ملے گا جب کہ قربانی اسلام کے بتائے ہوئے قانون اور شرعی طریقۂ کار کے مطابق کی جائے۔ لہٰذا قربانی کے جانور کی قیمت خیرات کرنے یا قومی فنڈ میں دینے سے ہرگز ہرگز قربانی کا ثواب نہ ملے گا اور نہ قربانی کا واجب ادا ہوگا۔ اور جس شخص پر قربانی واجب ہے اگر وہ ایام قربانی میں بجائے قربانی کے دس لاکھ اشرفیاں بھی صدقہ کرے گا تو قربانی ہرگز ہرگز ادا نہ ہوگی اور نہ اس کے ذمّہ سے واجب اترے گا۔ بلکہ وہ گنہگار اور مستحقِ عذاب نار رہے گا۔

درِّ مختار میں ہے:

---

(۱) بهار شريعت، حصه ٥، ج:٣، ص:٣٣٤، مكتبه المدينه، دهلى

(٢) (الف)جامع ترمذى، ص:٤٣٦، داراحياء التراث العربى، بيروت. (ب) سنن ابن ماجه، ص:٥٣٥، داراحياء التراث العربى، بيروت. **(طفيل احمد مصباحى عفى عنه)**

رکنھا ذبح فتجب اراقة الدم.
یعنی قربانی کی حقیقت کا جزو ذبح کرنا ہے تو خون بہانا ضروری ہے۔
اور ردالمحتار میں نہایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:
لان الاضحیۃ انما تقوم بھذا الفعل فکان رکنا.[1]
یعنی اس لیے کہ قربانی اسی فعل ذبح سے متحقق ہوتی ہے تو ذبح اس کی حقیقت کا جزو ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ قربانی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نقل ہے، انھوں نے خون بہایا تھا۔ گوشت یا پیسے خیرات نہ کیے تھے اور نقل وہی درست ہوتی ہے جو مطابقِ اصل ہو۔ اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی (یعنی قربانی کا جانور) قیامت میں اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور اپنی کھروں کے ساتھ آئے گی اور قربانی کرنے والوں کے نیکیوں کے پلے میں رکھی جائے گی۔ جس سے نیکیاں بھاری ہوں گی۔ پھر اس کے لیے سواری بنے گی جس کے ذریعہ قربانی کرنے والا بآسانی پل صراط سے گذرے گا۔ اور قربانی کا ہر عضو مالک (قربانی کرنے والا) کے ہر عضو کا فدیہ بنے گا اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندوں کے ہر اعمال کرنے کے بعد قبول ہوتے ہیں لیکن قربانی ایک ایسا عمل اور ایک ایسی عبادت ہے جو کرنے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قربانی کو بیکار جان کر یا تنگ دلی سے نہ کرنی چاہیے۔

فائدہ: اسلام سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا حرام تھا، اسے غیبی آگ جلا دیتی تھی لیکن قربانی کا حکم ضرور تھا۔ اب وہ لوگ کتنے بیوقوف ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ اتنی قربانیاں نہ کرو جن کا گوشت نہ کھایا جا سکے۔[2]

ہر ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی

قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے میں قربانی کرنے والے کو ایک ایک نیکی ملتی ہے۔

---

(۱) درمختار مع ردالمحتار، ج:۹، ص:٤٥٧، مکتبہ زکریا، دیوبند.
(۲) تفسیر نعیمی، ج:٤، ص:٤٢٦، مکتبہ نبویہ، لاهور

چناں چہ مندرجہ ذیل حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ماھذہ الاضاحي. یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ یعنی یارسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنة ابیکم ابراهیم علیه السلام. یعنی تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت ہے۔ پھر صحابۂ کرام نے عرض کیا: فما لنا فیها یارسول اللہ. ان میں ہمیں کیا ملے گا۔ یعنی ان قربانیوں سے ہم کو کتنا ثواب ملے گا؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بکل شعرة حسنة. یعنی قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی ملے گی۔ پھر صحابۂ کرام نے عرض کیا: فالصوف یارسول اللہ. یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُون کا کیا حکم ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بکل شعرة من الصوف حسنة.

یعنی اُون کے ہر ہر بال کے عوض میں نیکی ملے گی۔ (۱)

تشریح: صحابۂ کرام کو سخت تعجب ہوا کہ قربانی کے جانور کے جسم پر بال تو بہت ہوتے ہیں اتنی نیکیاں ایک جانور کے قربانی کرنے میں قربانی کرنے والے کو کیسے مل جائے گی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ہر ہر بال کے عوض میں ایک ایک نیکی ملے گی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دینے والا اللہ عزّوجل بڑا کریم اور بڑا داتا ہے۔ وہ اپنے کرم سے اس سے بھی زیادہ دیدے تو کون روک سکتا ہے۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کی بجائے قیمت یا بازار سے گوشت خرید کر خیرات نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ثواب کے لیے بال کہاں سے آئیں گے؟

قربانی کی ابتدا حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے ہوئی ہے اور حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آخر عمر شریف تک قربانی کرتے رہے۔

حدیث: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی، وہ آتشِ جہنم

---

(۱) سنن ابن ماجه، ص: ۵۳۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت

سے حجاب (روک) ہوجائے گی۔ [1]

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو روپیہ بقرعید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا، اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔ [2]

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں میں (قربانی کرنے کی) طاقت ہو۔ اور پھر قربانی نہ کرے۔ وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ [3]

حدیث: روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گائے سات لوگوں کی طرف سے ہے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔ [4]

تشریح: یعنی گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ ان میں سے کوئی (فریق اور حصّہ دار) گوشت یا تجارتِ گوشت کے لیے شریک نہ ہو۔ یا تو سارے شرکاء قربانی کے لیے ہوں یا بعض قربانی اور بعض عقیقہ والے۔

حدیث: امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل قربانی وہ ہے جو قیمت کے اعتبار سے اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو۔ [5]

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ موٹے اور سرگیں آنکھ والے بکرے کی قربانی افضل ہے اور قربانی میں زیادہ گوشت دیکھو، زیادہ چربی نہ دیکھو۔ ایک موٹے بکرے کی قربانی دو دُبلے بکرے کی قربانی سے افضل ہے۔

(۱) المعجم الكبير،حديث:٢٧٣٦، ج:٣، ص: ٨٤، دارالفكر، بيروت
(۲) المعجم الكبير،حديث:١١، ص: ١٥، دارالكتب العلميه، بيروت
(۳) سنن ابن ماجه، حديث:٣١٣٢، ص:٥٣٤، داراحياء التراث العربى ،بيروت
(۴) المعجم الكبير، حديث:١٠٠٢٦، ج:١٠، ص:٨٣،دارالكتب العلميه،بيروت
(۵) مسند امام احمد بن حنبل،حديث:١٥٤٩٤ ، ج:٣، ص:١٢٧،دارالمعرفة ،لبنان

مسائلِ قربانی

قربانی صرف بقرعید کے دنوں میں بہ نیت عبادت جانور ذبح کرنے کا نام ہے۔ ہر مسلمان آزاد مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی کی یعنی آپ نے وہاں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ نیز آپ نے قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا۔[1]

مسئلہ: مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں ان پر قربانی واجب نہیں اور جو مقیم ہوں تو واجب ہے۔ جیسے کہ مکہ معظّمہ کے رہنے والے حج کریں تو چوں کہ وہ مسافر نہیں ہیں، لہٰذا ان پر قربانی واجب ہوگی۔[2]

مسئلہ: عورت کا مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اس مہر کی وجہ سے عورت کو مالک نصاب نہیں مانا جائے گا۔ اگرچہ مہر معجّل ہو۔ اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدر نصاب مال نہیں ہے تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔[3]

مسئلہ: قربانی کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے کر لینے سے وہ بَرِیُّ الذِمہ ہو گیا اور اچھی نیت سے کی ہے کہ ریا اور دکھاوا وغیرہ کی مداخلت نہیں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے۔[4]

مسئلہ: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے۔ کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بجائے قربانی کے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی تو یہ ناکافی ہے۔ اس میں نیابت ہو سکتی ہے یعنی خود قربانی کرنا ضروری نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دیدی اور اس نے کر دی تو یہ ہو سکتا ہے۔[5]

---

(۱) بہار شریعت، حصہ:۵، ج:۳، ص:۳۳۲، مکتبہ المدینہ، دھلی

(۲) در مختارورڈ المحتار، ج:۹، ص:۵۲٤، مکتبہ زکریا، دیوبند

(۳) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۲، مکتبہ زکریا دیوبند

(۴) بہار شریعت، حصہ:۱۵، ج:۳، ص:۳۳٤، مکتبہ المدینہ، دھلی

(۵) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۳، زکریا بک ڈپو، دیوبند

مسئلہ: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے۔اندازے سے تقسیم نہ کریں کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کوزائدیا کسی کوکم ملے اور یہ ناجائز ہے۔[1]

مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں ذالحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروبِ آفتاب تک ہے۔[2]

یعنی تین دن اور دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک تین دن تک کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ لہٰذا بیچ کے دو دن ایام نحر اور ایام التشریق دونوں ہیں، اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے۔[3]

مسئلہ: دسویں ذی الحجہ کے بعد دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے۔اگرچہ رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔[4]

مسئلہ: پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے۔ پھر گیارہویں ذی الحجہ کو اور پچھلا دن یعنی بارہویں ذی الحجہ سب میں کم درجہ ہے۔[5]

مسئلہ: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہوچکی ہو۔لہٰذا نمازِ بقرعید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چوں کہ نمازِ بقرعید نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہی ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ بقرعید کا خطبہ ہوجانے کے بعد قربانی کی جائے۔یعنی نماز ہوچکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اور کسی نے قربانی کی تو قربانی تو ہوجائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔[6]

مسئلہ: اوپر کے مسئلے میں جو شہر اور دیہات کا فرق بتایا گیا ہے، یہ مقامِ قربانی کے لحاظ سے ہے۔قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں۔یعنی دیہات میں قربانی ہو تو بہتر ہے کہ طلوعِ

---

(۱) بهار شريعت، حصه:١٥، ج:٣، ص:٣٣٦، مكتبه المدينه ، دهلى
(۲) فتاوى عالم گيرى، ج:٥، ص:٢٩٥، زكريا بك ڈپو،ديوبند
(۳) بهار شريعت، حصه:١٥، ج:٣، ص:١٣٦، المجمع المصباحى،مبارك پور
(۴) فتاوى عالم گيرى، ج:٥، ص:٢٩٥، زكريا بك ڈپو،ديوبند
(۵) فتاوى عالم گيرى، ج:٥، ص:٢٩٥، زكريا بك ڈپو،ديوبند
(۶) بهار شريعت، حصه:١٥، ج:٣، ص:١٥، المجمع المصباحى ،مبارك پور

آفتاب کے بعد قربانی کی جائے۔ اگر چہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور اگر قربانی شہر میں ہو تو نمازِ بقر عید کے بعد ہو، اگر چہ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، وہ دیہات میں ہو۔ لہٰذا شہری آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ صبح ہی نماز سے پہلے قربانی ہوجائے تو جانور دیہات میں بھیج دے۔ [1]

مسئلہ: اگر شہر میں متعدّد جگہ بقرعید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہوجانے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ عید گاہ میں نماز ہوجائے جب ہی قربانی کی جائے۔ بلکہ کسی بھی مسجد میں بقرعید کی نماز ہوگئی اور عید گاہ میں نہ ہوئی جب بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ [2]

مسئلہ: دسویں ذالحجہ کو اگر بقرعید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ بقرعید کی نماز کا وقت جاتا رہے۔ یعنی زوال کا وقت آجائے تو اب قربانی ہوسکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن بقرعید کی نماز سے قبل قربانی ہوسکتی ہے۔ [3]

مسئلہ: منیٰ میں چوں کہ بقرعید کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا وہاں جو شخص قربانی کرنا چاہے تو طلوع فجر کے بعد کر سکتا ہے۔ اس کے لیے وہی حکم ہے جو دیہات کا ہے۔ اور اگر کسی شہر میں کسی فتنہ کی وجہ سے بقرعید کی نماز نہ ہو تو وہاں دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔ [4]

مسئلہ: امام ابھی بقرعید کی نماز ہی میں ہے اور کسی شخص نے جانور ذبح کر لیا۔ اگر چہ امام قعدہ میں ہو اور بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو مگر ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو قربانی نہ ہوئی اور اگر امام نے ایک طرف سلام پھیر لیا اور دوسری طرف پھیرنا باقی تھا کہ اس نے ذبح کر لیا تو قربانی ہوگئی اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ سے جب امام فارغ ہوجائے اس وقت قربانی کی جائے۔ [5]

مسئلہ: امام نے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد قربانی ہوئی۔ پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو کے بقرعید کی نماز پڑھی ہے تو نماز کا اعادہ کیا جائے۔ قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ [6]

---

(۱) بهار شريعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۷،مكتبه المدينه ، دهلى
(۲) بهار شريعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۷، مكتبه المدينه ، دهلى
(۳) بهار شريعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۷، مكتبه المدينه ، دهلى
(۴) بهار شريعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۷، مكتبه المدينه ، دهلى
(۵) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۵، زكريا بك ڈپو،ديوبند
(۶) درّمختار، ج:۹، ص:۵۲۹،دارالكتب العربى،بيروت.

مسئلہ: یہ گمان تھا کہ آج عرفہ کا دن ہے اور کسی نے زوال آفتاب کے بعد قربانی کرلی۔ پھر معلوم ہوا کہ عرفہ کا دن نہ تھا بلکہ بقرعید کی دسویں تاریخ تھی تو قربانی جائز ہوگئی۔ یوں ہی اگر دسویں ذی الحجہ کو بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی، پھر معلوم ہوا کہ وہ دسویں نہ تھی بلکہ ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ تھی تو اس کی بھی قربانی جائز ہوگئی۔ [1]

مسئلہ: قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسری بقرعید آگئی۔ اب یہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرے، یہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ [2]

مسئلہ: جس جانور کی قربانی واجب تھی ایام نحر گذرنے کے بعد اسے بیچ ڈالا تو ثمن (قیمت) کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ [3]

مسئلہ: کسی شخص نے قربانی کی منت مانی اور یہ معین نہیں کیا کہ گائے کی قربانی کرے گا یا بکری کی، تو یہ منت صحیح ہے بکری کی قربانی کردینا کافی ہے اور اگر بکری کی قربانی کی منت مانی تو اونٹ یا گائے کی قربانی کردینے سے منت پوری ہوجائے گی۔ [4]

انتباہ: منت کی قربانی میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارا گوشت وغیرہ صدقہ کردے اور کچھ کھالیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت صدقہ کردے۔ [5]

قربانی کا جانور

قربانی کا جانور نہایت فربہ، تندرست اور خوبصورت ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ارشاد ربانی ہے کہ: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ. [6]

(۱) بهار شریعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۸، مکتبه المدینه، دهلی
(۲) فتاوی عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹٦، زکریا بك ڈپو، دیوبند
(۳) بهار شریعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۹، مکتبه المدینه، دهلی
(۴) بهار شریعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۹، مکتبه المدینه، دهلی
(۵) بهار شریعت، حصه:۱۵، ج:۳، ص:۳۳۹، مکتبه المدینه، دهلی
(٦) قرآن مجید، سوره آل عمران، آیت :۹۲، پ:٤

یعنی تم ہرگز ہرگز اس وقت تک نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیزوں کو نہ خرچ کرو۔

حدیث پاک میں حضور اقدس ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ:

سمنوا ضحایاکم فانها علي الصراط مطایاکم .

یعنی تم لوگ فربہ جانوروں کی قربانیاں کیا کرو۔ کیوں کہ یہ قربانی کے جانور پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گی۔

مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: اونٹ، گائے، بکری۔

ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ نر اور مادہ خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے۔ یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھینس یہ گائے میں شمار ہے، اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھیڑ اور دُنبہ، بکری میں داخل ہیں۔ ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ [1]

مسئلہ: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً: ہرن اور بکری سے تو اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچہ کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے بچہ پیدا ہوا ہے تو ناجائز ہے۔ [2]

مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر مندرجہ ذیل ہونی چاہیے۔

اونٹ پانچ سال کا۔ گائے دو سال کی۔ بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔ زیادہ ہو تو جائز، بلکہ افضل ہے۔ ہاں دُنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ [3]

مسئلہ: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو تو بکری افضل ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے۔ اور

(۱) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۷، زکریا بک ڈپو، دیوبند

(۲) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۰، مکتبۃ المدینہ، دھلی

(۳) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۰، مکتبۃ المدینہ، دھلی

گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جبکہ دونوں کی قیمت ایک ہو۔ اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے۔ اوٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جب کہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔ (۱)

مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور اگر تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی جائز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ اور اگر زیادہ عیب ہو تو قربانی ہوگی ہی نہیں۔ جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ (گودا) تک ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ جس جانور میں جنون (پاگل پن) ہے اور اس حد تک ہے کہ وہ جانور چَرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے۔ خصی یعنی جس کے خُصیے نکال لیے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خُصیے اور عُضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں تو ان کی قربانی جائز ہے۔ قربانی کا جانور اتنا بوڑھا ہو کہ بچّہ کے قابل نہ رہا۔ یا داغا ہوا جانور جس کے دودھ نہ اترتا ہو، ان سب کی قربانی جائز ہے جب کہ فربہ ہو۔ اور اگر قربانی کا جانور اتنا لاغر (دبلا پتلا) ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔ (۲)

مسئلہ: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔ قربانی کا جانور اتنا لاغر ہے کہ جس کی ہڈی میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جانور جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ اور جس جانور کے کان یا دُم یا چکتی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو، ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دُم یا چکتی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔ جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں۔ یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے اور جس جانور کے کان چھوٹے ہوں، اس کی جائز ہے۔ جس جانور کی بینائی تہائی سے زیادہ جاتی رہی اس کی قربانی ناجائز ہے۔ (۳)

(۱) درمختار و ردّ المحتار، ج:۹، ص:۵۳٤، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۲) درمختار و ردّ المحتار، ج:۹، ص:۵۳۵، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۳) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۰، مکتبۃ المدینہ، دہلی

مسئلہ: جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس جانور کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک تھن کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دونوں تھن خشک ہوں تو ناجائز ہے۔ جس جانور کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعہ اس جانور کا دودھ خشک کر دیا گیا ہو اور خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں۔ اور جلالہ جو صرف غلیظ (نجاست، پیشاب، پاخانہ) کھاتا ہو، ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔[1]

مسئلہ: جس بھیڑ یا دُنبہ کی اُون کاٹ لی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور جس قربانی کے جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔[2]

مسئلہ: قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں۔ اور اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا گیا پھر وہ پہلا جانور مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں قربانیاں کرے۔ مگر غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو۔ کوئی حرج نہیں اور اگر دوسرے جانور کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اتنی رقم صدقہ کرے۔ ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب وہ تصدّق (صدقہ کرنا) واجب نہ رہا۔[3]

مسئلہ: سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی، ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ورثہ نے شرکا (قربانی میں شریک ہونے والے افراد) سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی (مرنے والے) طرف سے قربانی کرو۔ اور انھوں نے کر لی تو سب کی قربانی جائز ہے اور اگر ان شرکا نے ورثہ کی اجازت کے بغیر قربانی کر لی تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔[4]

مسئلہ: گائے کی قربانی کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں سے ایک شخص کا مقصود

(۱) بهار شریعت ، حصه:۳، ص:۳٤٠،مکتبة المدینه، دهلی
(۲) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۲۹۸،زکریا بك ڈپو، دیوبند
(۳) رد المحتار،ج:۹، ص:۵۳۹،زکریا، دیوبند
(۴) بهار شریعت ، حصه: ۱۵ ، ج:۳، ص:۳٤۳،مکتبة المدینه، دهلی

قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ بلکہ اگر شرکاء میں سے کوئی غلام یا مدبَّر (غلام کی ایک قسم) ہے جب بھی قربانی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ لوگ اگر قربانی کی نیت بھی کریں تو ان کی نیت صحیح نہیں۔ (۱)

مسئلہ: گائے کے شرکا میں سے ایک کی نیت اس سال کی قربانی کی ہے اور باقی لوگوں کی نیت سال گذشتہ کی قربانی کی ہے۔ جس کی اس سال کی نیت ہے اس سال اس کی قربانی صحیح ہے اور باقی کی نیت باطل ہے۔ کیوں کہ سال گذشتہ کی قربانی اس سال نہیں ہوسکتی۔ ان لوگوں کی یہ قربانی تطوُّع یعنی نفل ہوئی اور لوگوں پر لازم ہے کہ گوشت کو صدقہ کردیں بلکہ ان کا ساتھی جس کی قربانی صحیح ہوئی ہے، وہ بھی گوشت صدقہ کردے۔ (۲)

مسئلہ: گائے کی قربانی کے تمام شرکا کی نیت تقرّب ہو (یعنی اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی اور واجب کی ادائیگی مقصود ہو) اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت حاصل کرنا نہ ہو۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تقرّب ایک ہی قسم کا ہو۔ مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہوں، یہ کوئی ضروری نہیں۔ بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرّب ہوں۔ ہر صورت میں قربانی جائز ہے۔ مثلاً دم احصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا۔ اور سر منڈانے کی وجہ سے دم واجب ہوا ہو اور تمتّع اور قرآن کا دم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرّب کی ایک صورت ہے۔ (۳)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ، خوب صورت اور بڑا ہو۔ اور بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا، چتکبرا ہو جس کے خُصیے کاٹ کر خصی کردیا گیا ہو۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔ (۴)

ذبح کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کرلیا جائے۔ اور ذبح کے بعد جب تک

(۱) رد المحتار، ج:۹، ص:۵٤۰، مكتبة المدينه، دهلی

(۲) فتاویٰ شامی، ج:۹، ص:۵٤۰، مکتبه زکریا، دیوبند

(۳) بهار شریعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۳، مكتبة المدينه، دهلی

(۴) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۳۰۰، زکریا بك ڈپو، دیوبند

جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے اور اس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے اس وقت تک ہاتھ نہ لگائیں اور چمڑا نہ اتاریں اور بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے، اگر اچھی طرح قربانی کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح سے قربانی کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے کہ وہ ذبح کرے۔ مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ قربانی کے وقت حاضر رہے۔ چناں چہ حضور اقدس ﷺ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کھڑی ہوجاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہوجاؤ کہ اس کے خون کے پہلے ہی قطرے میں جو کچھ گناہ ہوئے ہیں سب کی مغفرت ہوجائے گی۔ اس پر حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا نبی اللہ! یہ آپ کی آل واولاد کے لیے خاص ہے یا آپ کی آل واولاد کے ساتھ عام مسلمین بھی اس حکم میں شامل ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری آل کے لیے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔ (۱)

مسئلہ: قربانی کا جانور مسلمان سے ذبح کرانا چاہیے۔ اگر کسی مجوسی یا دوسرے مشرک سے قربانی کا جانور ذبح کرا دیا تو قربانی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ جانور حرام و مردار ہے اور کتابی (یہودی و عیسائی) سے جانور ذبح کرانا مکروہ ہے کہ قربانی سے مقصود تقرب الیٰ اللہ ہے، اس میں کافر سے مدد نہ لی جائے۔ بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک اس صورت میں بھی قربانی نہ ہوگی مگر ہمارا مذہب وہی پہلا ہے کہ قربانی ہوجائے گی اور یہ قربانی مکروہ ہوگی۔ (۲)

قربانی کا گوشت

مسئلہ: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو بھی دے سکتا ہے، کھلا سکتا ہے۔ بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ فقرا، غربا، مساکین کے لیے اور ایک حصہ دوست

(۱) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۳۰۰، زکریا بک ڈپو، دیوبند

(۲) بہار شریعت، ج:۳، ص:۳۴۵، مکتبۃ المدینہ، دھلی

نوٹ:- موجودہ زمانے کے کتابی یعنی یہودی و نصرانی (عیسائی) کافر و مشرک کے حکم میں داخل ہیں۔ لہٰذا ان کا ذبیحہ مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام و مردار ہے، ان سے قربانی کرانا ناجائز و حرام ہے۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

واحباب کے لیے اور ایک حصہؔ اپنے گھروالوں کے لیے۔اور ایک تہائی سے کم صدقہ کرے اور کل گوشت کو بھی صدقہ کردینا جائز ہے اور کل گوشت گھر ہی کے لیے رکھ لیے جائیں، یہ بھی جائز ہے۔ قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ اپنے اور گھروالوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی ہے، وہ منسوخ ہے۔اگر اس شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور صاحبِ وسعت نہیں ہے تو بہتر ہے کہ سارا گوشت اپنے بچوں کے لیے رکھ چھوڑے۔(۱)

مسئلہ: قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔(۲)

مسئلہ: قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے، نہ امیروں کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کردینا واجب ہے۔وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی۔دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے اور نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔(۳)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے اور دوست واحباب کو بھی دے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے دے۔کیوں کہ گوشت اس کی ملکیت ہے۔یہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کردینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کردے۔(۴)

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال میں اکثر لوگ بے احتیاطی کرجاتے ہیں، اس لیے اس کے کچھ ضروری مسائل نقل کیے جاتے ہیں تاکہ لوگ صحیح طور پر کھال یا اس کی قیمت خرچ کریں۔

مسئلہ: قربانی کی کھال اور اس کی جھول اور رسّی اور اس کے گلے میں جو ہار ڈالا ہے، ان سب چیزوں کو صدقہ کردے۔قربانی کی کھال کو خود بھی اپنے کام میں لا سکتا ہے۔یعنی اس کو باقی

(۱) بهار شريعت ، ج:۳، ص:۳٤٥، مكتبة المدينه، دهلی
(۲) بهار شريعت ، ج:۳، ص:۳٤٥، مكتبة المدينه، دهلی
(۳) بهار شريعت ، ج:۳، ص:۳٤٥، مكتبة المدينه، دهلی
(۴) رد المحتار، ج:۹، ص:٥٤٢، مكتبه زكريا، ديوبند

رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے۔ اس کی جانماز بنائے چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان، ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے۔ یہ سب کر سکتا ہے۔[1]

چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اور اُجرت پر نہ دے۔ اور اگر اجرت پر دے دیا تو اس اُجرت کو صدقہ کرے۔[2]

مسئلہ: قربانی کی کھالوں کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جاسکے۔ جیسے کتاب، چلنی۔ مشکیزہ وغیرہ۔ اور قربانی کی کھال کو ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو۔ جیسے روٹی، گوشت، سرکہ، روپیہ پیسہ اور اگر اس نے ان چیزوں کو چمڑے کے عوض میں حاصل کیا تو ان چیزوں کو صدقہ کردے۔[3]

مسئلہ: اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر خرچ کرے گا بلکہ اس کو اس لیے بیچا کہ اس کو خیرات کرے گا تو یہ جائز ہے۔

قربانی کی کھال کو اکثر لوگ دینی مدرسہ میں دیتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال پہنچانے میں دقّت و پریشانی ہوتی ہے تو اس کھال کو بیچ کر وہ رقم بھیج دیتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے۔ یا اگر کئی شخصوں کو دینا ہوتا ہے تو اسے بیچ کر رقم فقرا، مساکین اور غربا پر تقسیم کردیتے ہیں، تو یہ بیچنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے اور حدیث پاک میں قربانی کی کھال کے بیچنے کی جو ممانعت آئی ہے، اس سے مراد اپنے لیے بیچنا ہے یعنی اپنے لیے بیچنا منع ہے (اور صدقہ کی نیت سے دوسروں کے لیے بیچنا جائز ہے)[4]

مسئلہ: قربانی کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کی کھال کا حکم ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کردے۔[5]

مسئلہ: قربانی کی چربی اور اس کی مُنڈی (سر) پائے (پاؤں) اور اُون اور دودھ جو ذبح کے

---

(۱) رد المحتار مع ردالمحتار، ج:۹، ص:٥٤٤، مکتبہ زکریا، دیوبند

(۲) بهار شریعت، ج:۳، ص:۳٤٦، مکتبة المدینه، دهلی

(۳) رد المحتار، ج:۹، ص:٥٤۳، مکتبه زکریا، دیوبند

(۴) بهار شریعت، حصه: ۱٥، ج:۳، ص:۳٤٦، مکتبة المدینه، دهلی

(۵) هدایه آخرین، ج:۲، ص:۳٦۱، مجلس برکات، اشرفیه مبارك پور

بعد دوہا ہے، ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کرے گا تو صدقہ کر دے۔[1]

مسئلہ: قربانی کی کھال یا گوشت یا اس میں سے کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دینا چاہیے۔ کیوں کہ اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنیٰ میں ہے۔[2]

مسئلہ: قربانی کا گوشت یا کھال یا اس میں سے کوئی چیز قصاب کو اجرت میں نہیں دیا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانو کو دیتا ہے اس کو بھی دیا اور اجرت اپنے پاس سے رقم یا دوسری چیز دیا تو دینا جائز ہے۔ اگر بھیڑ کے کسی جگہ کے بال نشانی کے لیے کاٹ لیے ہیں تو ان بالوں کو پھینک دینا یا کسی دوسرے شخص کو ہبہ کر دینا ناجائز ہے بلکہ انہیں صدقہ کر دے۔[3]

مسئلہ: ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اس کا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا، اس پر کوئی چیز لادنا، اس کو اجرت پر دینا، غرض کہ اس سے نفع حاصل کرنا منع ہے اور اگر کسی نے قربانی کے جانور کے بال کاٹ لیے یا دودھ دوہ لیا تو اسے صدقہ کر دے اور اگر قربانی کے جانور کو اجرت پر دیا ہے تو اجرت کو صدقہ کر دے اور اگر خود اس پر سوار ہو یا اس پر کوئی چیز لادے تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اتنی مقدار میں صدقہ کرے۔[4]

مسئلہ: قربانی کا جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ دودھ خشک ہو جائے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ کو صدقہ کر دے۔[5]

مسئلہ: قربانی کا جانور ذبح ہو گیا تو اب اس کے بال کو اپنے کام کے لیے کاٹ سکتا ہے اور اگر اس کے تھن میں دودھ ہے تو دُوہ سکتا ہے۔ کیوں کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اور اب یہ اس کی

(۱) بهار شریعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤٦، مکتبة المدینه، دهلی
(۲) هدایه آخرین، ج:۲، ص:۳٦۱، مجلس برکات، اشرفیه مبارك پور
(۳) فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۳۰۱،زکریا بك ڈپو،دیوبند
(۴) بهار شریعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۷، مکتبة المدینه، دهلی
(۵) بهار شریعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۷، مکتبة المدینه، دهلی

ملک ہے، لہٰذا اپنے صرف (کام) میں لاسکتا ہے۔[1]

مسئلہ: قربانی کے لیے جانور خریدا تھا۔ قربانی کرنے سے اس کے بچّہ پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کرڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس قیمت کو صدقہ کردے اور اگر اس بچّہ کو نہ تو ذبح کیا اور نہ بیچا یہاں تک کہ ایام نحر (قربانی کے دن) گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کردے اور اگر کچھ نہ کیا اور بچہ اس کے یہاں رہا اور قربانی کا زمانہ آگیا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سال کی قربانی میں اسی کو ذبح کرے تو یہ نہیں کرسکتا اور اگر قربانی اسی بچّہ کی کردی تو دوسری قربانی پھر کرے کہ وہ قربانی نہیں ہوئی اور وہ بچہ کو ذبح کیا ہوا صدقہ کردے بلکہ ذبح سے جو کچھ اس کی قیمت میں کمی ہوئی اسے بھی صدقہ کرے۔[2]

مسئلہ: کسی جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچّہ ہے اور اب تک وہ زندہ ہے تو اسے بھی ذبح کردے اور اسے صرف (کام) میں لایا جاسکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے کیوں کہ یہ مُردار ہے۔[3]

مسئلہ: مویشی خانہ کے جانور ایک مدتِ مقررہ کے بعد نیلا ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ اسے لے لیتے ہیں، اس کی قربانی جائز نہیں کیونکہ یہ جانور اس کی ملک نہیں۔[4]

مسئلہ: دو شخصوں کے مابین ایک جانور مشترک ہے تو اس کی قربانی نہیں ہوسکتی کہ مشترک مال میں دونوں کا حصہ ہے۔ ایک کا حصہ دوسرے کے پاس امانت ہے اور اگر دو جانوروں میں دو شخص برابر کے شریک ہیں اور ہر ایک نے ایک کی قربانی کردی تو دونوں قربانیاں ہوجائیں گی۔[5]

مسئلہ: ایک شخص نے دوسرے شخص کی بکری ہبہ کردی اور موہوب لہ (جس کو ہبہ کیا گیا ہے) نے اس کی قربانی کردی۔ اس کے بعد واہب (ہبہ کرنے والا) اپنا ہبہ واپس لینا چاہتا ہے تو واپس لے سکتا ہے اور موہوب لہ کی قربانی صحیح ہے اور اس کے ذمہ کچھ صدقہ کرنا بھی واجب

---

(۱) بهار شريعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۷، مكتبة المدينه، دهلی
(۲) بهار شريعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۷، مكتبة المدينه، دهلی
(۳) بهار شريعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۷، ۳٤۸ مكتبة المدينه، دهلی
(۴) بهار شريعت، حصه: ۱۵، ج:۳، ص:۳٤۹، مكتبة المدينه، دهلی
(۵) ردالمحتار، ج:۹، ص:٥٤۷، مكتبه زكريا، ديوبند

نہیں۔[1]

مسئلہ: کسی شخص نے دوسرے شخص سے قربانی ذبح کرائی۔ ذبح کے بعد وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے قصداً بسم اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھی تو اس کو اس جانور کی قیمت دینی ہوگی۔ پھر اگر قربانی کا وقت باقی ہے تو اس قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اس کا صدقہ کر دے۔[2]

مسئلہ: کسی شخص نے دوسرے شخص سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا یعنی دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر بسم اللہ کہنا واجب ہے۔ ایک نے بھی قصداً (جان بوجھ کر) چھوڑ دیا یا یہ خیال کر کے چھوڑ دی کہ دوسرے نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لی مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے تو دونوں صورتوں میں جانور حلال نہ ہوا۔[3]

مسئلہ: مالک نصاب نے قربانی کی منت مانی تو اس کے ذمہ دو قربانیاں واجب ہوگئیں۔ ایک وہ جو غنی پر واجب ہوتی ہے اور ایک منت کی وجہ سے اور اگر دو یا دو سے زیادہ قربانیوں کی منت مانی ہے تو سب واجب ہیں۔[4]

مسئلہ: اگر کسی شخص نے ایک سے زیادہ قربانی کی تو سب قربانیاں جائز ہیں۔ ایک واجب، باقی نفل اور اگر ایک پوری گائے قربانی کی تو پوری گائے سے واجب ہی ادا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ساتواں حصہ واجب ہو باقی نہیں۔[5]

انتباہ

قربانی کے مسائل قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکے ہیں۔ اب مختصر طور پر اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ عوام کے لیے آسانی ہو۔ قربانی کا جانور ان شرائط کے موافق ہو جو مذکور

---

(۱) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص: ۳۵۰، مکتبۃ المدینہ، دھلی
(۲) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص: ۳۵۰، مکتبۃ المدینہ، دھلی
(۳) درمختار، ج:۹، ص: ۵۵۱، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۴) بہار شریعت، حصہ: ۱۵، ج:۳، ص: ۳۵۲، مکتبۃ المدینہ، دھلی
(۵) فتاویٰ شامی، ج:۹، ص: ۵۵۱، مکتبہ زکریا، دیوبند

ہوئیں۔ یوں ہی جو اس کی عمر بتائی گئی ہے اس سے کم نہ ہو اور ان عیبوں سے پاک ہو جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور بہتر یہ ہے کہ قربانی کا جانور فربہ ہو۔ قربانی کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کو چارہ پانی دے دیں۔ یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں اور ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں اور پہلے سے چُھری تیز کرلیں اور ایسا نہ کریں کہ قربانی کے جانور کو گرانے کے بعد اس کے سامنے چُھری تیز کریں۔

قربانی کرنے کا طریقہ

اپنے ہاتھوں سے قربانی کے جانور کو ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود اچھی طرح سے ذبح نہ کر سکے تو دوسرے شخص سے اپنی موجودگی میں ذبح کرائیں اور ذبح کرنے والا قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائے کہ قبلہ کو اس کا منھ ہو اور ذبح کرنے والے اپنے دائیں پاؤں کو اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کرے اور ذبح سے پہلے مندرجہ ذیل دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.[1]

یہ دعا پڑھ کر جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹا کر ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں جانور کے شانے پر رکھے اور پھر: اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ. پڑھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کردے اور چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں اور اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ (گردن اور ریڑھ کی ہڈی کا ٹکڑا) تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے۔ قربانی اپنی طرف سے خود کرے تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِنْ حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

(۱) قرآن مجید، سورة الانعام، آیت: ۱٦٣.

اور اگر دوسرے کی جانب سے ذبح کرے تو مِنّی کی جگہ مِنْ کہے اور مِن کے بعد اس شخص کا نام مع ولدیت کے کہے اور پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نکل نہ جائے اس کے پاؤں وغیرہ نہ کاٹیں، نہ کھال وغیرہ اتاریں اور اگر قربانی کا جانور مشترک ہے تو گوشت محض تخمینۃً (اندازے) سے تقسیم نہ کریں۔ اس سے قبل مذکور ہوچکا ہے کہ گوشت کے تین حصے کرکے ایک حصہ فقرا پر صدقہ کرے اور ایک حصہ دوست واحباب کے یہاں بھیجے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھے اور اس میں سے خود بھی کچھ کھالے اور اگر اہل وعیال زیادہ ہوں تو تہائی سے زیادہ بلکہ کل گوشت بھی اپنے گھر کے صرف (کام) میں لاسکتا ہے، اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے دے۔ مثلاً: مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے۔ بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے۔ اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں۔

بحر الرّائق میں مذکور ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے۔ یہ مستحب ہے اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں۔ (۱)

فائدہ: احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس امت مرحومہ کی طرف سے قربانی کی۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: الٰہی یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے ان لوگوں کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی ہے۔ (۲)

یہ حضور اقدس ﷺ کے بے شمار الطاف (مہربانیاں) میں سے ایک خاص لطف وکرم ہے کہ اس موقع پر بھی اپنی امت کا خیال فرمایا:

---

(۱) بحر الرائق، ج:۲، ص:٥٤، دارالفکر، بیروت

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، حدیث:۲۷۹۲، ص:٥۲۸، بیروت

گزارش

جب حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی تو جو لوگ مالدار ہیں اگر وہ حضور اقدس ﷺ کے نام کی ایک قربانی کریں تو زہے نصیب! مال داروں کو چاہیے کہ وہ بہتر سینگ والے مینڈھے کی قربانی کریں۔ ایسا میڈنا جس کی سیاہی میں سفیدی کی بھی آمیزش ہو جیسے مینڈھے کی خود حضور اقدس ﷺ نے قربانی فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ السلام بڑے جلیل القدار اور عظیم المرتبت رسول ہیں۔ آپ کا لقب خلیل اللہ ہے اور حضور اقدس ﷺ کے بعد نبیوں میں آپ کا رتبہ سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ آپ کعبہ کے بانی اور ابوالانبیاء ہیں۔ یعنی آپ کے بعد ہونے والے تمام انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند صالح کی دعا مانگتے رہتے تھے اور اس طرح عرض کرتے تھے:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ. (۱)

اے مرے پروردگار! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔

چناں چہ بڑھاپے میں آپ کی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آپ کے فرزندار جمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آپ اپنے فرزند جمیل و جلیل سے بہت زیادہ پیار و محبت فرماتے۔ فرشتوں نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ اے پروردگار عالم! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا اور حضرت ابرہیم علیہ السلام کا تو یہ حال ہے کہ اب ان کے دل میں ان کے فرزند کی محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اے پروردگارِ عالم! تیرا خلیل اور دوست کہلانے کا

(۱) قرآن مجید، سورۃ الصّافات، آیت: ۱۰۰، پارہ: ۲۳

تو وہی مستحق ہو سکتا ہے جس کے دل میں تیری محبت کے سوا دوسرے کی گنجائش ہی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس طرح امتحان لیا کہ انھیں اپنے نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے کا حکم دے دیا تاکہ فرشتوں کے سوال کا پورا پورا جواب ہوجائے اور روز روشن کی طرح یہ حقیقت ظاہر و باہر ہوجائے کہ بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ کے دوست) ہیں۔

بیٹے کی قربانی

ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہا ہے کہ اے ابراہیم! قربانی کرو۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے اور اس کی صبح کو یعنی یوم الترویہ میں ایک سو اونٹوں کی قربانی کر دی۔ بقرعید کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ یوم کے معنیٰ دن کے ہیں اور ترویہ رویۃ سے مشتق ہے جو خواب دیکھنے کے معنیٰ میں ہے۔ چوں کہ یوم الترویہ کی رات میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے خواب میں کہا گیا تھا کہ قربانی کرو، اس لیے بقرعید کی آٹھویں تاریخ یعنی ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو "یوم الترویہ" کہتے ہیں۔ یہ رات (ترویہ کی رات) بڑی برکت والی ہے اور حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عرفہ کی رات وہی خواب نظر آیا کہ قربانی کرو تو آپ نے علی الصباح دو سو اونٹوں کی قربانی کر دی۔ مگر جب تیسری رات بھی یہ خواب دیکھا تو آپ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں تیری بارگاہ میں کیا چیز قربانی کروں؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم! تم میری راہ میں اس چیز کو قربان کرو جو دنیا میں تم کو سب سے زیادہ پیاری ہو۔ آپ سمجھ گئے کہ میرے فرزند اسماعیل کی قربانی کا حکم ہے۔ پھر آپ نہ گھبرائے اور نہ فکر مند ہوئے بلکہ میدانِ تسلیم و رضا کے شہ سوار بن کر بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر سات برس یا تیرہ برس کی تھی اور آپ بہت ہی ہونہار اور نہایت ہی خوب صورت تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اے ہاجرہ! آج تمھارے نورِ نظر لختِ جگر اسماعیل کی ایک بہت بڑے بادشاہ کے دربار میں دعوت ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرطِ

مسرت سے جھوم اٹھی اور اپنے نورِ نظر لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام کو نہلا دھلا کر عمدہ اور نفیس پوشاک پہنا کر، آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں کنگھی کر کے اپنے فرزند ارجمند کو تیار کیا اور لال کو دولھا بنا کر باپ کے ہاتھ میں بیٹے کی انگلی پکڑا دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی آستین میں رسّی اور چھری چھپائے ہوئے بقرعید کی دسویں تاریخ کو مکہ معظّمہ سے منیٰ کی گھاٹی کی طرف روانہ ہو گئے اور جب آپ وادیِ منیٰ میں پہنچے تو آپ نے اپنے فرزند اسماعیل سے فرمایا کہ اے پیارے بیٹے اسماعیل! مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کے راستے میں ذبح کروں۔ تو اے پیارے بیٹے! اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والدِ محترم کی تقریر سن کر عرض کیا کہ اے ابّا جان! آپ ضرور ضرور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کریں۔ اے ابّا جان! آپ بالکل اطمینان رکھیں کہ نہ میں رووں گا، نہ چلاؤں گا، نہ فریاد کروں گا اور نہ ہمّت ہاروں گا بلکہ انشاءاللہ تعالیٰ صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہ خوشی قربان ہو جاؤں گا۔[1]

اے ابّا جان! اس سے بڑھ کر بھلا میری خوش نصیبی کی معراج اور کیا ہوگی کہ میرے سر کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے ابّا جان! میری تین وصیتیں ہیں۔ پہلی وصیت تو یہ ہے کہ آپ قربانی کے وقت میرے ہاتھ پاؤں کو رسّی سے خوب جکڑ کر باندھیں تاکہ ذبح کے وقت میرا تڑپنا اچھلنا دیکھ کر کہیں آپ کو رحم اور ترس نہ آجائے اور دوسری وصیت یہ ہے کہ آپ مجھ کو منھ کے بل لٹائیں۔ کیوں کہ آپ کے سینے میں باپ کا دل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا یہ حسین و خوبصورت چہرہ دیکھ کر آپ کے سینے میں دل دھڑک جائے اور آپ کا ہاتھ جنبش کر کے رک جائے اور اے ابّا جان! میری تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے ذبح ہونے کی خبر میری والدہ محترمہ کو نہ دیجیے گا۔ کیونکہ وہ میرے غم کو برداشت نہ کر سکیں گی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کو خوب مضبوطی سے باندھ کر انہیں ایک پتھر کی چٹان پر لٹا دیا اور خود اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری چلا دی۔ لیکن شانِ خداوندی کا جلوہ دیکھیے کہ تیز چھری حضرت

(۱) اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید سورۃ الصافات، آیت: ۱۰۲، میں موجود ہے۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

اسماعیل کی گردن کو نہیں کاٹ سکی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور روتے ہوئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے۔ اے اللہ! تیرے خلیل سے کون سی غلطی ہوئی؟ جو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول نہیں ہورہی ہے ؟حضرت اسماعیل علیہ السلام چھری کے نیچے لیٹے ہوئے ہیں اور رورو کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کررہے ہیں کہ اے اللہ! مجھ سے کون ایسا قصور سرزد ہوگیا جو میرے سر کی قربانی تیری بارگاہ میں قبول نہیں ہورہی ہے؟ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالی کے خوف سے لرزتے ہوئے پتھر پر اپنی چھری تیز کرنے لگے اور دوبارہ اپنی پوری طاقت سے ذبح کرنا چاہا مگر پھر بھی چھری نے اپنا کام نہ کیا تو آپ نے جھلا کر چھری کو زمین پر پٹک دیا۔

مسلمانو! یہ وہ منظر تھا کہ آسمان کے فرشتے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبۂ وفاداری اور جوشِ فداکاری پر تحسین و آفریں کا نعرہ بلند کرنے لگے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے فرشتو! دیکھ لو۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام میرا سچا خلیل ہے اور اے فرشتو! دیکھ لو کس طرح میرا خلیل میری راہ میں اپنے پیارے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرکے اعلان کررہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالی کے سوا کسی کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔

بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فداکارانہ جذبۂ اخلاص وایثار پر اللہ تعالیٰ کو ایسا پیار آ گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اے جبریل! جنت سے ایک مینڈھا لاکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ لٹادو اور اسماعیل علیہ السلام کو اٹھا کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کی رسیاں کھول دو۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک جنتی دُنبہ لاکر لٹادیا اور اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اے ابراہیم! اب چھری چلاؤ۔ چناں چہ اب کی مرتبہ جو حضرت خلیل علیہ السلام نے ذبح کیا تو چھری چل گئی اور قربانی ہوگئی۔ مگر آنکھ کی پٹی کھول کر دیکھا تو یہ منظر نظر آیا کہ سامنے اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ ایک فربہ دُنبہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک طرف کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر وللہ الحمد کا کلمہ جاری ہوگیا۔

مسلمانو! یہ ہے قربانیِ خلیل اور جاں نثاریِ ذبیح کا وہ ایمان افروز منظر کہ آفتاب و ماہتاب کی آنکھوں نے نہ کبھی روئے زمین پر یہ نقشہ دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

یہ آساں ہے کہ انساں چھوڑ دے سب مال و زر اپنا
یہ آساں ہے کہ انساں چھوڑ دے تختِ سُلیمانی
یہ آساں ہے کہ انسان رنج اٹھائے سختیاں جھیلے
یہ آساں ہے کہ اپنی جان بھی دیدے بہ آسانی
یہ سب آسان سے آسان تر ہے، جان من لیکن
بہت مشکل ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی
کیا بیٹے کو قرباں راہِ حق میں اپنے ہاتھوں سے
نہیں دنیا میں کوئی بھی خلیل اللہ کا ثانی

مسلمانو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا یہ ایمان افروز اور عبرت آموز واقعہ درحقیقت قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے بہت بڑی ہدایت کا سامان ہے اور عیدالاضحیٰ یعنی قربانی کی یہ عید اسی واقعہ کی مقدس یادگار ہے۔ اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قربانی کے بارے میں ارشاد فرمایا: سنۃُ ابیکم ابراھیم یعنی یہ قربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت اور ان کے جوشِ وفاشعاری و جذبۂ فداکاری کی ایک زندہ جاوید یادگار ہے۔ فطیبو بھا نفساً. لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ انتہائی خوش دلی اور جذبۂ ایمانی و جوشِ اسلامی کے ساتھ قربانی کرے۔ مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ اس قربانی سے سنت ابراہیم پر عمل اور رضائے الٰہی کے سوا دوسری کوئی نیت نہ ہو۔ اگر کسی نے ریاکاری و شہرت کے لیے یا محض گوشت کھانے کے مقصد سے قربانی کی تو ہرگز ہرگز اس کی قربانی دربارِ خداوندی میں مقبول نہیں ہوگی۔ اللہ کی پناہ!!!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختصر حالات

حضرت ابراہیم علیہ السلام تارخ ابن ماخور کے فرزند ہیں۔ آپ کا نام ابراہیم علیہ السلام اور آپ کا لقب ابوالضیفان ہے۔ آپ کی پیدائش طوفانِ نوح سے تیرہ سو نو سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پیشتر شہرِ بابل کے قریب قصبہ کوثی میں ہوئی۔
خزائن عرفان میں ہے کہ آپ کی پیدائش اہوازؔ کے علاقہ مقام سوسؔ میں ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے بہت عقل مند اور ہونہار تھے۔ اپنی قوم سے توحید الٰہی پر مناظرہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار آپ نے اپنی قوم کے بُتوں کو بھی توڑ دیا۔ نمرودؔ نے آپ کو آگ میں ڈالا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سلامت رکھا۔ تب آپ بحکمِ الٰہی اپنا وطن ترک کر کے حرانؔ اور وہاں سے شامؔ اور فلسطینؔ ہجرت کر گئے اور فلسطین ہی کو اپنی جائے قیام بنایا۔ آپ نے راہِ خدا میں جانی اور مالی بہت سی قربانیاں دیں۔ چار ہی چیزوں سے امتحان ہو سکتا ہے۔ جان، مال، فرزند اور وطن۔ آپ نے جان کو آگ میں ڈالا۔ وطن کو خیر آباد کہا۔ پیارے بچے اور بیوی کو ایک دفعہ تو جنگل میں چھوڑا اور یک بار ان کی قربانی کرنے کو تیار ہو گئے۔ اسّی برس کی عمر میں ختنہ کا حکم ملا۔ اسی وقت گھر سے تیشہ لے کر خود اپنا ختنہ کر لیا۔ وحی آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تم نے اس کام میں جلدی کی۔ عرض کیا: مولیٰ! تیری اطاعت میں شتابی (جلدی، تیزی) منظور تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوّلیات

(۱) سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی اپنا اور اپنی اولاد کا ختنہ کیا۔ آپ سے پہلے پیغمبر ختنہ شدہ ہوتے تھے۔ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

(۲) پہلے آپ ہی نے ناخن اور مونچھ کٹوائے اور زیرِ ناف کے بال دور کرنے کو رواج دیا کہ آپ کے دین میں یہ باتیں فرض تھیں اور ہمارے یہاں یہ سنت ہے۔

(۳) پہلے آپ ہی نے سِلا یا ہوا پاجامہ پہنا۔

(۴) سب سے پہلے آپ ہی کے بال سفید ہوئے۔

(۵) پہلے آپ ہی نے بالوں میں خضاب لگایا۔

(۶) پہلے آپ ہی نے منبر بنایا اور اس پر خطبہ پڑھا۔

(۷) پہلے آپ ہی نے ہاتھ میں عصا (لاٹھی) لیا۔

(۸) پہلے آپ ہی نے راہِ خدا میں جہاد کیا۔ جب کہ رومی کافر آپ کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو قید

کر کے لے گئے۔ آپ نے کافروں سے جہاد کر کے انھیں چھڑا لیا۔

(۹) پہلے آپ ہی نے مہمان نوازی کی کہ بغیر مہمان کبھی ناشتہ بھی نہ کیا اور مہمان کی تلاش میں چار چار کوس نکل جاتے تھے۔

(۱۰) پہلے آپ ہی کو بہت مال اور خُدّام (خادم، نوکر چاکر) دیے گئے۔

(۱۱) پہلے آپ ہی نے ثرید پکایا (یعنی شوربے میں پکی ہوئی روٹی)

(۱۲) پہلے آپ ہی نے شیرمال یا پراٹھے پکوا کر مہمان کو کھلائے۔

(۱۳) پہلے آپ ہی نے معانقہ کیا یعنی گلے ملنا، آپ سے پہلے تحیّت کا رواج تھا۔[۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل

(۱) آپ ہی اپنے مابعد سارے پیغمبروں کے والد ہیں۔

(۲) ہر آسمانی دین میں آپ ہی کی پیروی اور اطاعت ہے۔

(۳) ہر دین والے آپ ہی کی تعظیم کرتے ہیں۔

(۴) آپ ہی کی یادگار قربانی ہے۔

(۵) آپ ہی خانۂ کعبہ کی پہلی تعمیر کرنے والے ہیں۔ یعنی اسے گھر کی شکل میں بنانے والے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔[۲]

بیت اللہ کا زیارت گاہ ہونا حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہے اور گھر کی شکل میں عمارت بنانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ اس لیے اس کا بیت (گھر) کی شکل میں مرجع خلائق ہونا ان کے وقت سے ہوا۔

(۶) جس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے خانۂ کعبہ بنایا اس کی طرف قیام اور سجدے ہونے لگے یعنی مقام ابراہیم جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔[۳]

---

(۱) اشرف التفاسیر، یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۷

(۳) قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۵

(۷) قیامت میں سب سے پہلے آپ ہی کو لباس فاخرہ عطا ہوگا۔ اس کے فوراً بعد حضور اقدس سید عالم، نورِ مجسم ﷺ کو۔

(۸) ایک دفعہ آپ کے زمانے میں قحط سالی ہوئی۔ غلہ کہیں میسر نہ ہوتا تھا۔ آپ نے بوریوں میں سرخ ریت بھرواکر منگوالیا۔ جب کھولا گیا تو شربتی گیہوں تھے۔ جب اسے بویا گیا تو اس کے درختوں میں جڑ سے اوپر تک بالیاں (گیہوں وغیرہ کا خوشہ) لگیں۔

(۹) ایک دفعہ کفار نے آپ پر دو شیر چھوڑے۔ شیروں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کے قدم پاک چاٹنا شروع کر دیے۔

(۱۰) امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم اور بیہقی وغیرہ محدثین نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے مردہ بچوں کی آپ اور آپ کی بیوی حضرت سارہ جنت میں پرورش کرتے ہیں۔ [۱]

تکبیرِ تشریق اور اس کے مسائل

عشرۂ ذی الحجہ و ایام تشریق میں تکبیر تشریق بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، جس سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ اس لیے چند مسائل اس سلسلہ میں نقل کیے جا رہے ہیں۔

مسئلہ: نویں ذالحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک پانچوں وقت کی ہر فرض نماز کے بعد جو جماعت مستحبّہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔ [۲]

اور تکبیر تشریق یہ ہے:

الله اکبر. الله اکبر. لا اله الا الله. و الله اکبر. الله اکبر. ولله الحمد.

مسئلہ: تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے. تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو یا جس نے مقیم کی اقتداء کی ہو۔ اگرچہ وہ اقتدار کرنے والا مسافر یا گاؤں کا

(۱) تفسیر عزیزی، ص:۵۰۳، مطبع مجتبائی، دہلی۔

(۲) بهار شريعت ، حصه:٤ ، ج:١ ، ص:٧٨٤، مكتبه المدينه، دهلی

رہنے والا ہو اور یہ لوگ اگر مقیم کی اقتدار نہ کریں تو ان پر واجب نہیں۔ (۱)

مسئلہ: تکبیر تشریق ان ایام میں جمعہ کی نماز کے بعد بھی واجب ہے۔ (۲)

مسئلہ: نفل وسنت اور وتر کے بعد تکبیر تشریق واجب نہیں۔ ہاں عید کی نماز کے بعد بھی کہہ لے۔ (۳)

مسئلہ: امام اگر تکبیر نہ کہے۔ جب بھی مقتدی پر کہنا واجب ہے۔ (۴)

مخلصانہ گزارش

جو صاحب بھی اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں، ان سے مخلصانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے لیے اور میرے لیے اور میرے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خاتمہ بخیر اور عافیت دارین کی دعاء کریں۔ میری قلبی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین. وأخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین.

دعاؤں کا طالب

فقیر محمد سہیل احمد رضوی نعیمی

(احقر محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) بهار شریعت ، حصه: ٤، ج: ١، ص: ٧٨٥، مکتبه المدینه، دهلی

(۲) بهار شریعت ، حصه: ٤، ج: ١، ص: ٧٨٥، مکتبه المدینه، دهلی

(۳) بهار شریعت ، حصه: ٤، ج: ١، ص: ٧٨٥، مکتبه المدینه، دهلی

(۴) بهار شریعت ، حصه: ٥، ج: ١، ص: ٧٨٦، مکتبه المدینه، دهلی

مصنف کی دیگر مطبوعہ کتابیں